خود شناسی ذریعہ ہے خدا شناسی کا

رئیس العلماء آیۃ اللہ سید کاظم نقوی، سابق ڈین آف تھیالوجی ڈپارٹمنٹ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

یہ عظیم الشان کارخانہ

علم و دانش کے اس درخشاں زمانے میں بھی ہمارے معاشرے کے درمیان ایسے لوگ مل جائیں گے جنہیں اس کا پتہ نہیں ہے کہ ان کے جسم میں کیسے کیسے پر اسرار اعضاء وجوارح موجود ہیں جو دن رات نہایت اہم خدمات انجام دیتے رہتے ہیں؟

ممکن ہے کہ یہ ناواقفیت کچھ زیادہ حیرت انگیز نہ ہو، لیکن انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ خود اپنی ذات اور اس کے خصوصیات سے بے خبر لوگوں کا دل چاہتا ہے کہ اس بیرونی دنیا میں پھیلی ہوئی چیزوں کے اسرار و رموز کو معلوم کریں۔ اس سے بڑھ کر ان کی آرزو ہے کہ وہ ایسے عالم میں قدم رکھیں جہاں مادے کا کوئی نام ونشان نہیں ہے اور وہ جان لیں کہ خدا کی ذات اور اس کے صفات کی کیا نوعیت ہے؟ کتنی بیجا اور بے موقع یہ تمنا ہے؟۔

انسان کے سینے کے بالائی حصے میں ہمارے جسم کا تصفیہ خانہ ہے۔ جسم کے ایک ذرے تک خوراک پہنچانا دل کا کام ہے۔ اسی دل سے آلودہ اور میلا خون گزر کر اس تصفیہ خانے میں پہنچتا ہے۔ یہاں نہایت باریک بینی اور ہوشیاری سے اس کی صفائی ہوتی، زہریلے مادے اس سے نکال لئے جاتے اور ایسی چیزوں کا اس میں اضافہ کر دیا جاتا ہے جو زندگی کے لئے ضروری ہیں۔ اس کے بعد دوبارہ اسے دل کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ اس کارخانے میں دن رات کام ہوا کرتا ہے۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے کام رک جائے تو یقیناً انسان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔

اس کارخانے کا اصلی مرکز پھیپھڑے ہیں۔ عام طور سے مردوں کے پھیپھڑے کا وزن ۱۲۰۰ گرام اور عورتوں کے پھیپھڑے کا وزن نو سو گرام ہے۔ یہ اختلاف اس حقیقت کی نیچرل دلیل ہے کہ عورت اور مرد کے فرائض یکساں نہیں ہیں۔ ان کے کاندھوں پر دو مختلف طرح کی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں۔ اسی لئے ان کے ادا کرنے کے واسطے انہیں الگ الگ ذرائع اور آلات دیئے گئے ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ایک طبقہ اس حقیقت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے شدت سے اصرار کر رہا ہے کہ عورت اور مرد کی ذمہ داریوں کو یکساں قرار دے دیا جائے۔

چلیں اور چل کر قریب سے پھیپھڑوں کو دیکھیں۔ جب ہم ان کے حدود میں قدم رکھتے تو ایک ایسے وسیع ہال میں پہنچ جاتے ہیں جس کی دیوار کی مجموعی پیمائش ۷۰ رمیٹر مربع ہے۔ آخر ہمارے اس مختصر سینے میں کتنی گنجائش ہے جس میں ستر میٹر مربع پیمائش والی چیز سمائی ہوئی ہے؟ جب کچھ نزدیک ہو کر ہم دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ پھیپھڑوں کی بناوٹ اسفنج کے مانند ہے۔ اس میں چھلنی کی طرح سوراخ ہی سوراخ ہیں جنہیں ایک دوسرے سے نہایت نازک اور مہین جھلیاں الگ کرتی ہیں۔ دوسری لفظوں میں یوں کہا جائے کہ اگر ان نازک جھلیوں کو بڑی ہوشیاری سے ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے تمام خانے زمین کے اوپر بچھا دئے جائیں تو ان سے اس کا ایک ایسا حصہ ڈھک جائے گا جس کی لمبائی ۱۰ رمیٹر اور چوڑائی ۷ میٹر ہو۔ پھیپھڑوں کی اسی ساخت کی وجہ سے ان کی کارگزاری

کی مقدار بڑھ گئی ہے۔

پھیپھڑے ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔ وہ برابر کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ ایک مرتبہ کھلنے اور بند ہونے میں تقریباً تین سیکنڈ صرف ہوتے ہیں۔ وہ یہ خدمت انسان کے سونے اور جگنے دونوں حالتوں میں بغیر ٹھہرے ہوئے انجام دیتے رہتے ہیں۔

خون کی صفائی کیوں کر ہوتی ہے؟

ہماری سرخ رگوں میں جن کا نام شریان ہے صاف وشفاف اور خوش رنگ خون بہہ رہا ہے۔ یہ اپنی گود میں آکسیجن لئے ہوئے ہے جو زندگی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ بغیر اس کے جسم گرم نہیں رہ سکتا۔ جب یہ خون دل سے روانہ ہو کر جسم کے ایک ایک ذرے تک اس کی خوراک پہنچاتا اور اسے سیراب کرتا ہے تو واپسی میں آکسیجن سے اس کا دامن خالی ہو جاتا اور ایسا زہریلا مادہ اور ایسی زہریلی گیس اپنے ساتھ لے کر لوٹتا ہے جو جسم کے اندر طرح طرح کی چیزیں جلنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کا رنگ میلا ہو جاتا، اس کا وہ حسن ولطافت باقی نہیں رہتا، وہ اپنی تمام دل کشی دے کر تھکا ماندہ، نڈھال ہو کر اپنے مرکز دل کی طرف پلٹتا ہے۔ یہ خون اب واپسی کے موقع پر سرخ رگوں کے بجائے سیاہ رگوں میں دوڑنے لگتا ہے جنہیں ''ورید'' کہا جاتا ہے۔ اس خون سے اب کوئی فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا ہے۔ یہ مسموم اور زہریلا ہے۔ اسے مردہ خون کہنا چاہیئے۔

چونکہ اس خون نے ہمارے جسم کے اجزا کی گراں قدر خدمتیں انجام دی ہیں، اس لئے شاید انہی کا لحاظ کرتے ہوئے دل اس کا گرم جوشی سے استقبال کرتا اور پہلے اپنے داہنی طرف کے بالائی خانے میں اس نو وارد مہمان کو جگہ دیتا، پھر فوراً اسی طرف کے پائینی خانے میں منتقل کر دیتا ہے۔ اس کے بعد بڑی طاقت سے اسے ان رگوں میں ڈھکیل دیتا ہے جو اسے پھیپھڑوں سے متصل کر دیتی ہیں۔ پھیپھڑے جیسے ان نو وارد مہمان کے منتظر اور اس کے لئے چشم براہ تھے۔ خون پہنچتے ہی وہ اپنا کام شروع کر دیتے ہیں، ان کے اوپر ایسی مہین مہین رگوں کا جال بچھا ہوا ہے جو واقعاً بال سے زیادہ باریک ہیں۔ خون دل سے پھیپھڑوں کی طرف منتقل ہو کر انہی نازک رگوں میں بھر جاتا ہے۔ اس کے بعد پھیپھڑے ایک دفعہ حرکت کر کے پھیلتے ہیں اور ان کے سوراخوں میں ہوا بھر جاتی ہے۔ اس طرح ہوا کے اندر موجود آکسیجن خون کا پڑوسی بن جاتا ہے۔ مہین اور نازک رگوں کی انتہائی باریک جھلی کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی دوسرا حائل نہیں ہوتا ہے۔ ہوا کا آکسیجن اس موقع کو غنیمت سمجھتا ہے۔ وہ اس نازک اور باریک جھلی سے گزر کر خون میں مل جاتا اور اس کی زہریلی گیس آکسیجن کی جگہ ہوا کے دوش پر سوار ہو کر باقی ماندہ ذروں کے ہمراہ پھیپھڑوں کے سکڑنے کے موقع پر باہر نکل جاتی ہے۔

اس عظیم الشان تصفیہ خانے کا مختصر معائنہ مکمل ہو گیا۔ اس نے ہمیں معرفت خدا کے جو سبق پڑھائے ہیں انہیں ہمیں جلدی سے قلمبند کر لینا چاہئے۔ اس جگہ چند باتیں توجہ کرنے کے قابل ہیں۔

عجیب وغریب نظام

دنیا کی دوسری چیزوں کی طرح یہاں بھی حیرت انگیز نظم وضبط کا نمونہ موجود ہے۔ پھیپھڑوں کی حرکت عمر کے ابتدائی حصوں میں تیز ہوتی، پھر آہستہ آہستہ وہ سست ہوتی رہتی ہے، یہاں تک کہ عمر کے آخری حصوں میں دوبارہ تیز ہو جاتی ہے۔ اسی طرح چھوٹے جانوروں میں بڑے جانوروں کی بہ نسبت پھیپھڑے تیزی سے پھیلتے اور سکڑتے ہیں۔

شائد بے فائدہ نہ ہو کہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ انسان کی عمر کے مختلف حصوں میں اور مختلف قسم کے بڑے اور چھوٹے جانوروں میں ان کے پھیپھڑوں کے پھیلنے اور سکڑنے کا جو حساب کیا گیا ہے اسے نظر میں رکھتے ہوئے ان منظم تبدیلیوں کے اسرار ورموز کا جاننا ممکن ہے۔ اب مندرجۂ ذیل جدول ملاحظہ فرمائیے:۔

آدمی	ابتدائے عمر میں	ہر منٹ میں	۴۴ مرتبہ سانس لیتا ہے
آدمی	پانچ سال کے سن میں	ہر منٹ میں	۲۶ مرتبہ سانس لیتا ہے
آدمی	۵ سال سے ۲۰ سال کی عمر میں	ہر منٹ میں	۲۰ مرتبہ سانس لیتا ہے
آدمی	۲۰ سے ۲۵ سال تک کی عمر میں	ہر منٹ میں	۱۸ مرتبہ سانس لیتا ہے
آدمی	۲۵ سے ۳۰ سال تک کی عمر میں	ہر منٹ میں	۱۶ مرتبہ سانس لیتا ہے
آدمی	۴۰ برس کی عمر میں	ہر منٹ میں	۱۸ مرتبہ سانس لیتا ہے
گھوڑا	ایک منٹ میں	۱۰ سے بارہ مرتبہ تک	سانس لیتا ہے
کتا	ایک منٹ میں	۱۵ سے ۲۰ مرتبہ	سانس لیتا ہے
چوہا	ایک منٹ میں	۱۵۰ مرتبہ تک	سانس لیتا ہے
بلی	ایک منٹ میں	۲۴ مرتبہ تک	سانس لیتی ہے

ممکن ہے کہ کوئی پوچھ لے اس کی کیا وجہ ہے کہ تمام حیوانات کے ایک منٹ میں سانس لینے کی تعداد مساوی نہیں ہے؟ یونہی اس میں کیا راز ہے کہ آدمی کی عمر کے مختلف حصوں میں رفتہ رفتہ اس کے سانس لینے کی تعداد بدلتی رہتی ہے؟

غالباً یہ بات لوگوں کو معلوم ہے کہ کوئی جاندار جتنا کمزور ہوگا اتنی ہی جلد اسے بھوک لگے گی۔ غذائی سامان کے جسم کے سیل انتہائی نازک اور لطیف ہیں، اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں اور بوڑھوں کو بھوک اور پیاس کی بہت کم برداشت ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کمزور جانداروں تک غذائی سامان جلدی پہنچنا چاہئے۔ اس عمومی اصول کے دائرے میں آکسیجن بھی داخل ہے جس کا شمار ان چیزوں میں ہے جو تمام جانداروں کے اجسام کے چھوٹے چھوٹے ذرات کی زندگی برقرار رہنے کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح جانداروں کے جسم میں غذاؤں کے جلنے اور ہضم ہونے کی وجہ سے جو زہریلی، گیس پیدا ہوتی ہے اس سے مقابلہ کرنے کی طاقت بھی بچوں، بوڑھوں اور چھوٹے چھوٹے جانوروں میں کم ہوتی ہے۔ ان گیسوں کو بھی تھوڑے تھوڑے وقفے سے ان کے جسموں سے خارج ہونا چاہیے۔ اب پتہ چلا کہ بچپنے اور بڑھاپے میں آدمی کیوں جلدی جلدی سانس لیتا ہے اور چھوٹے کمزور جانوروں کے پھیپھڑے کس لئے جلدی جلدی پھیلتے اور سکڑتے ہیں۔

حیرت انگیز موقع شناسی

ورزش کرنے اور سخت کام انجام دینے کے وقت ہمارے جسم کی مچھلیوں کو زیادہ خوراک کی ضرورت ہے۔ اسی لیے ایسے موقعوں پر دل کی دھڑکنیں اور تیز ہوجاتی اور خون جلدی جلدی ہمارے بدن کے ذروں کو غذا پہنچانے لگتا ہے۔ اس وقت اگر پھیپھڑے آستینیں چڑھا کر کام کرنے پر تیار نہ ہوجائیں تو ہرگز دل کے دوش بدوش وہ تیز رفتاری سے خون نہیں صاف کرسکتے۔ اس کا نتیجہ واضح ہے کہ جو میلا اور زہریلا خون دل سے پھیپھڑے میں گرے گا وہ بغیر صاف ہوئے دوبارہ دل کی طرف پلٹ جائے گا اور وہاں سے جسم کے ہر چھوٹے سے چھوٹے حصے تک پہونچ کر اسے مسموم کردے گا۔

اس کے برعکس انسان جب سوتا اور آرام کرتا ہے تو اس کے بدن کو تھوڑی خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے اس موقع پر دل اطمینان سے دھڑکتا اور سانس بھی آہستہ آہستہ آتی جاتی ہے۔ یقینا پھیپھڑے اور دل کی یہ موقع شناسی، ہماری جسمانی ضرورتوں کے پورا کرنے کے سلسلے میں ان کی یہ ہم آہنگی، جو صورت حال بھی پیش آئے اسے نپٹانے کے لیے ان کی یہ آمادگی تخلیق کائنات کا ایک عظیم شاہکار ہے۔

غیر معمولی طاقت

شاید آپ کو یہ سن کر تعجب ہو کہ انتہائی باریک بینی سے حساب کرنے کی صورت میں یہ پتہ چلتا ہے کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں تقریباً دس ہزار لیٹر خون ہمارے پھیپھڑوں سے عبور کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اتنا خون ہمارے جسم میں موجود نہیں ہے، لیکن چونکہ بہت تھوڑے تھوڑے وقفے سے دوران

خون کی ابتدا ہوجاتی ہے اس لیے کہا جاتا ہے کہ دس ہزار لیٹر کون پھیپھڑوں سے گزرتا ہے۔ اس بنا پر اگر یوں کہا جائے تو زیادہ حقیقت سے نزدیک ہے کہ اس عظیم الشان تصفیہ خانے کی روزانہ کارکردگی کی مقدار یہ ہے کہ چوبیس گھنٹے میں دس ہزار لیٹر اور سالانہ کارگزاری کی مقدار یہ ہے کہ ۱۲ مہینے میں ۳۰ لاکھ لیٹر خون اس میں صاف ہوتا اور وہاں سے جسم کے تمام حصوں تک پہونچ کر انہیں سیر و سیراب کرتا ہے۔

گزشتہ مطالب کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بھی حساب لگایا جاسکتا ہے کہ دن رات کے عام حالات میں ہمارے پھیپھڑے ۳۰ ہزار مرتبہ پھیلتے اور سکڑتے ہیں، لیکن حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ہم اس کے باوجود ہرگز تھکن محسوس نہیں کرتے ہیں۔ واقعاً پھیپھڑے جیسے نازک اور لطیف عضو کا اتنا طاقتور ہونا قابل تعجب ہے۔

جس کی اس تصفیہ کو ضرورت ہے

ہمارے جسم کے اس عظیم الشان کارخانے کو جس چیز کی سب سے پہلے ضرورت ہے وہ ہوا ہے۔ خوش قسمتی سے وہ ہر جگہ افراط سے موجود ہے۔ وہ کوچہ و بازار میں، گھر میں اس کے ہر ہر گوشے میں، ریل میں، بس میں، ہوائی جہاز میں بھری ہوئی ہے۔ اگر ہم اسے اپنے سے ہٹانے کی کوشش کرتے ہیں تو اس میں کامیابی نہیں ہوتی۔ وہ بڑی طاقت سے ہمارے پاس لوٹ آتی ہے ایسا ہی ہونا چاہیے، کیوں کہ ہم اسے برداشت نہیں کرسکتے کہ ہوا کا آکسیجن ہم سے دور رہے۔ ہم کئی کئی دن بھوکے رہ سکتے ہیں، لیکن بغیر ہوا کے پانچ منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے۔ اسی لیے جس نے پھیپھڑوں کا کارخانہ بنایا ہے اس نے اس کی ضرورت کی چیز ہوا کو اتنی افراط اور فراوانی سے پیدا کیا ہے کہ ہر جگہ ہمارے ہمراہ ہے، ہمیں اس کے اٹھانے اور منتقل کرنے کی احتیاج نہیں ہے۔

سائنس دانوں نے جو حساب لگایا ہے اس کے مطابق ہم لوگوں کو عام طور سے ۲۴ گھنٹے میں گیارہ میٹر مکعب یا وزن کے لحاظ سے چودہ کلو ہوا کی ضرورت ہے۔ واقعاً اگر ہمیں ہوا خریدنا پڑتی تو ہمارے لیے زندہ رہنا کتنا دشوار ہوجاتا۔ اگر ہمارے فاسد معاشرے کے ظالم تاجر اور بیوپاری موقع پا کر گرانفروشی کی خاطر ہوا کو ذخیرہ کرلیتے یا اس کے پیدا کرنے والے مزدور بگڑ کر اپنے مطالبات منوانے کے لیے ہڑتال کردیتے تو ہمارا کیا حشر ہوتا؟ ظاہر ہے کہ اگر ہوا ہر جگہ نہ ہوتی اور ہم ایک مہینے کے لیے باہر جانا چاہتے تو کئی سو کلو ہوا اپنے ہمراہ کیوں کر لے جاتے؟ واقعاً زندگی دوبھر ہوجاتی۔

گرمی کا کنٹرول

عرض کیا گیا کہ پھیپھڑے نہایت، حساس، نازک اور زود رنج ہیں۔ اگر جاڑے کی ٹھنڈھی ہوا براہ راست پھیپھڑوں میں پہنچ جائے تو یقیناً انہیں بڑا نقصان پہنچ جائے۔ اس لیے اس کے واسطے پہلے ٹریننگ حاصل کرنا ضروری ہے۔ ٹریننگ کلاس یہ ہماری ناک ہے۔ اس سے سانس لینے کی صورت میں ہوا مجبور ہے کہ اس کی دیواروں سے متصل ہوکر گزرتے۔ ناک کے اندرونی حصے میں ہمیشہ گرمی موجود ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے کہ جب ذرات ہوا اس گرم ناک کی فضا میں پہونچتے ہیں تو ان کی ٹھنڈک میں کسی حد تک ضرور کمی پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر یہ ہوا خشک ہوتو کچھ نہ کچھ ناک کے اندر موجود رطوبت کا اس پر ضرور اثر پڑتا ہے۔ وہ پھیپھڑوں کو خشک نہیں کرسکتی۔ انہیں تکلیف نہیں ہوسکتی۔ اس لیے حفظان صحت کا اصول یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں جاڑے میں زکام نہ ہو اور اس کے بدترین نتائج میں مبتلا نہ ہوں تو ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ ناک سے سانس لیں۔

یہ تھے معرفت خدا کے چند سبق جو ہمیں ہمارے جسم کے اس عظیم الشان تصفیہ خانے کے سرسری معاینے نے ہمیں سکھائے ہیں۔ آیا کوئی عقل مند شخص اسے تسلیم کرسکتا ہے کہ یہ تمام حیرت انگیز اثرات اس اندھے بہرے، گونگے نیچر کی طرف منسوب ہیں جسے ان علمی اصولوں میں سے کسی ایک کی بھی خبر نہیں ہے۔

(جاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)